پاکستانی طرز سیاست کا قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

A Research Based Study of Pakistani Politics in The Light of Holy Quran

Fayyaz Hussain
MPhil Bahauddin Zakariya University Multan
Email: qureshmadni@gmail.com
Dr Muhammad Sohail
PhD University of Karachi
Email: sohailsafdar6388@gmail.com
Muhammad Ismail
PhD Scholar, University of Karachi
Email: ismailazam786@gmail.com

Abstract

Politics in its general sense is the name of public welfare. In most countries of the world, public interests are protected through politics, but unfortunately, the concept of public welfare is missing in Pakistani political system. Islam is the religion of nature and it has given to the world a comprehensive and beautiful system of welfare in which there is no discrimination of any kind. Pakistan came into existence in the name of Islam, but no special effort is made to establish an Islamic system in this country. Whoever once joins in Pakistani political system, does not hesitate to use any illegitimate means to stay connected with this system, even mocking and rejecting Islamic rites and orders.

Keywords: Politics, Public welfare, Islam, Discrimination, Comprehensive

تمہید:

قیام پاکستان کے محرکات میں سب سے اعلیٰ وارفع محرک "اسلامی نظریہ حیات" تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کی سیاسی بصیرت، علامہ اقبال کی انقلابی فکر اور دیگر قائدین تحریک پاکستان و مسلمانان برصغیر نے اسی نظریہ کے تحت پاکستان بنانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ تحریک پاکستان کے قائدین و عمائدین نوازئیدہ ریاست کے لیے اسلامی نظام کی خواہش و تمنا رکھتے تھے کہ ملک میں قرآن و سنت کے مطابق قوانین بنائے جائیں لہٰذا اسلامی اصول و قوانین کو ملکی آئین کا درجہ دیا گیا۔ مگر قدرت نے ان کو اس کام کی مہلت نہ دی۔ ان مخلص لوگوں کے گزر جانے کے بعد ملک کے اقتدار پہ جتنے لوگ بھی براجمان ہوئے ان میں سے کوئی بھی اسلامی نظام کے قیام میں سنجیدہ نظر

نہیں آیا۔ اس آرٹیکل میں پاکستان میں اسلامی نظام سیاست کے قیام میں درپیش مسائل کا جائزہ لیا جائے گا۔

سیاسی امیدواران کے لیے ضابطہ اخلاق:

ملک پاکستان کے ریاستی و سیاسی امور کی بہتر انجام دہی کے لئے دستور 1973ء میں کئی دفعات موجود ہیں لیکن انتظامیہ اور مقننہ کی اہلیت کے لیے دستور کے آرٹیکل 62 اور 63 میں مکمل ضابطہ اخلاق بیان کیا گیا ہے۔ پاکستانی طرز سیاست کا جائزہ لینے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان آرٹیکلز کو بیان کیا جائے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دستور 1973ء کا آرٹیکل 62:

آرٹیکل 62 میں امیدوار کی اہلیت کے حوالہ سے درج ذیل شرائط مقرر ہیں۔

(الف)۔ وہ پاکستان کا شہری ہو اور بطور امیدوار برائے قومی یا صوبائی اسمبلی، اس اس کی عمر پچیس سال سے کم نہ ہو اور بطور ووٹر اس کے نام کا اندراج ملک کے کسی بھی علاقہ کسی بھی انتخابی فہرست میں موجود ہو۔

(ب)۔ بطور سینیٹ امیدوار اس کی عمر تیس سال سے کم نہ ہو اور پاکستان کے کسی بھی صوبائی، وفاقی یا فاٹا کے علاقہ جات میں جہاں سے وہ ممبر شپ حاصل کر رہا ہو، اس کا نام بطور ووٹر درج ہو۔

(ج)۔ امیدوار اچھے کردار کا حامل ہو اور عام طور پر احکام اسلامی سے انحراف میں معروف نہ ہو۔

(د)۔ امیدوار اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند ہو، نیز کبیرہ گناہ سے اجتناب کرتا ہو۔

(ذ)۔ وہ سمجھدار، پارسا، ایماندار اور امین ہو، اور کسی عدالت کا فیصلہ اس کے برعکس نہ ہو۔

(ز)۔ امیدوار نے قیام پاکستان کے بعد ملکی سالمیت کے خلاف کام کیا ہو اور نہ نظریہ پاکستان کی مخالفت کی ہو۔[1]

دستور 1973ء کا آرٹیکل 63:

اس آرٹیکل میں سینٹ، قومی یا صوبائی اسمبلی کے ممبران درج ذیل وجوہات کی بناء پر نا اہل قرار پاتے ہیں۔

(الف)۔ امیدوار فاتر العقل ہو اور اس کو پاکستان کی کسی مجاز عدالت نے حواس باختہ قرار دیا ہو۔

(ب)۔ امیدوار دیوالیہ ہو یعنی معاشی طور پر بہت ہی کمزور ہو اور کسی بھی شہری یا ملک کے کسی بھی ادارے کا اس قدر مقروض ہو کہ قرض کی واپسی کے لیے اس کے پاس وسائل ہی موجود نہ ہوں۔

(ت)۔ امیدوار پاکستان کے علاوہ کسی دوسرے ملک کا بھی رہائشی ہو۔

(ث)۔ امیدوار پاکستان کے کسی ادارے میں بطور ملازم کام کر رہا ہو۔

(ج)۔امیدوار پاکستان کی شہریت ایکٹ 1951ء کے مطابق پاکستانی شہری تو ہو، لیکن پاکستان کے زیر انتظام آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کا رکن بننے کے لیے نااہل قرار دیا گیا ہو۔

(د)۔امیدوار پاکستان کے اقتدار اعلیٰ، پاکستان کی سالمیت، نظریہ پاکستان کی مخالفت، پاکستان کی عدلیہ، فوج یا دیگر اداورں کی تضحیک اور بدنامی میں چلنے والی تحریکات کا رکن ہو۔

(ذ)۔امیدوار الیکشن انعقاد کے وقت پاکستان کی کسی بھی عدالت سے بدعنوانی، اخلاقی گراوٹ اور اس جیسے دیگر جرائم یا اپنے اختیارات کے بے جا استعمال کے جرم میں ملوث پایا گیا ہو۔

(س)۔امیدوار پاکستان کے قومی یا صوبائی محکمہ سے دوران ملازمت غلط رویوں، مالی اور اخلاقی بدعنوانیوں کے باعث جبری طور پر فارغ کر دیا گیا ہو۔

(ر)۔امیدوار پاکستان کے کسی محکمہ میں ملازمت سے ریٹائرڈ ہوا ہو اور اس کی ریٹائرمنٹ کو ابھی دو سال کا عرصہ نہ گزرا ہو۔

(ز)۔امیدوار کسی بھی جرم میں عدالت سے سزا پا چکا ہو اور اس کی سزا کو ابھی پانچ سال کا عرصہ نہ گذرا ہو۔[2]

درج بالا صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں بھی قومی یا صوبائی اسمبلی کا امیدوار ملوث پایا جائے تو وہ مقننہ کا رکن بننے کے لیے نااہل ہے۔ دستور پاکستان کے **آرٹیکل 62،63** کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو اس میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلیوں میں رکن منتخب ہونے والوں کے لیے ایک ضابطہ اخلاق موجود ہے، لیکن شومئ قسمت کہ اس ضابطہ اخلاق کو بنانے والے ہی اس پر عمل نہیں کرتے۔

پاکستانی سیاست دانوں کا طرز سیاست:

آرٹیکل 62 کے مطابق پاکستانی سیاست دانوں کی اسلامی تعلیمات سے آگاہی:

آرٹیکل 62 کے مطابق اراکین پارلیمنٹ کے لیے اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہونا لازم ہے لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسلامی تعلیمات کے حصول کی طرف توجہ ہی نہیں دی مگر دنیاوی تعلیم کے حصول کے لیے ملکوں ملکوں دوڑے چلے جاتے ہیں۔

i. مثال کے طور پر 40 سال سے زائد ملکی سیاست میں فعال کردار ادا کرنے والے سینیٹر اعتزاز احسن (سینئیر معروف قانون دان) ایک تقریب میں سورہ اخلاص بھی درست انداز میں تلاوت نہ کر سکے۔[3]

ii. اسی طرح رکن پارلیمنٹ عبد الرحمٰن ملک المعرف رحمٰن ملک نے بھی پارلیمنٹ کے اجلاس میں سورہ اخلاص غلط پڑھی۔ پارلیمنٹ کے اس اجلاس میں ملک کے تعلیمی اداروں میں عربی کے مضمون کو لازمی قرار دینے کے حوالہ

سے بحث میں حصہ لیتے ہوئے رحمٰن ملک نے کہا کہ ملک کے تعلیمی اداروں میں عربی کو لازمی قرار دیے جانے کا بل غیر ضروری ہے۔[4]

قرآن مجید کا بھول جانا ایک قدرتی امر ہے لیکن اپنی غلطی کی اصلاح کی بجائے اس پہ اڑ جانا یہ باعث تشویش ہے۔ اخلاقی طور پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان دونوں اراکین پارلیمنٹ کو بنیادی رکنیت سے نااہل قرار دیا جاتا، لیکن افسوس کہ پاکستانی آئین کے ساتھ کھلواڑ کیا گیا اور ان کی نااہلی کے خلاف الیکشن کمیشن میں دی جانے والی درخواست بھی رد کر دی گئی۔

پاکستانی اراکین پارلیمنٹ کی اخلاقی حالت:

پاکستانی اراکین پارلیمنٹ اخلاقیات سے بالکل عاری نظر آتے ہیں۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے انتہائی غلیظ اور گھٹیا قسم کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کے لیے بدگمانیوں کا سہارا لیا جاتا ہے، جب کہ اسلام بدگمانی سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ نے انسان کو بدگمانی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ-اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ ﴾[5]

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور (عیبوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت (بھی) نہ کرو۔

اس آیت میں اللہ نے بڑے واضح اور کھلے الفاظ انسانوں کو گمان سے بچنے اور کسی پر عیب یا تہمت لگانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کی بعض اوقات انسان جب کسی کے بارے میں کوئی گمان کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ بندہ اس گمان کے مطابق نہ ہو اور اس میں کوئی عیب بھی نہ ہو، تو ایسی صورت میں گمان کرنے والا گناہ گار ہو گا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی (متوفی606ھ) درج ذیل قول نقل کرتے ہیں:

"بعض اوقات انسان کسی کے ظاہری عمل کو دیکھ کر اس کے بارے میں غلط خیال کرتا ہے اور اس پر عیب لگاتا ہے حالاں کہ حقیقت اس کے برخلاف ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ نے انسان کو گمان (بد) سے بچنے کی تلقین کی ہے کیوں کہ یہ گمان انسان کو برے اعمال کی طرف لے جانے کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں"۔[6]

سیاست دانوں کی ایک دوسرے کے خلاف اخلاقیات سے گری ہوئی گفتگو اور بدگمانیوں کے حوالہ سے چند ایک واقعات بطور نمونہ پیش ہیں۔

(1)۔1990ء کی دہائی میں بے نظیر بھٹو ہر وقت زرد رنگ کا لباس زیب تن کیے رکھتی تھیں۔ ایک بار پارلیمنٹ کے اجلاس میں وہ یہی زرد رنگ پہن کر آئیں، جب پارلیمنٹ کا اجلاس ختم ہوا تو پارلیمنٹ بلڈنگ کے باہر اس ملک میں تین بار وزارت عظمیٰ کی کرسی پر بیٹھنے والے نواز شریف نے ان کو پیلی ٹیکسی کہہ کر مخاطب کیا۔

(2)۔ شیخ رشید، جو پاکستانی سیاست میں عرصہ دراز سے فعال ہیں کئی بار بے نظیر بھٹو کے بیٹے، بلاول زرداری کے بارے میں بیان دے چکے ہیں کہ ان کا باپ زدراری نہیں، بلکہ مخدوم فیصل صالح حیات ہے۔

(3)۔ رانا ثناء اللہ بھی پاکستان کے سیاسی ہرکارے کے طور پر جانے جاتے ہیں، انہوں نے بھی ایک موقع پر بے نظیر کے بیٹے بلاول کے بارے میں کہا تھا کہ اس کا طبی معائنہ کروایا جائے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ یہ مرد ہے یا عورت؟۔[7]

یہ چند ایک مثالیں ہیں جن سے ہم پاکستانی اراکین پارلیمنٹ کی اخلاقی حالت اور بدگمانی کا اندازہ لگا سکتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ملک میں الیکشن کے انعقاد کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت یہ خود کو بہت بااخلاق ظاہر کرتے ہیں، لیکن رکن پارلیمنٹ بنتے ہی اخلاقیات کو بھول جاتے ہیں۔ ان تمام سیاست دانوں کا یہ فعل اسلام کے ساتھ ساتھ آئین پاکستان کے بھی منافی ہے۔ لیکن اقتدار کی کرسی کے آگے سب خاموش ہیں۔

پاکستانی اراکین پارلیمنٹ کی شوقین مزاجی:

اقتدار، شہرت اور دولت ایسی چیزیں ہیں کہ جن کو سنبھالنا اکثر ناممکن حد تک مشکل ہوجاتا ہے، کچھ یہی صورت حال پاکستانی سیاست دانوں کے ساتھ لاحق ہے۔ پاکستان میں زمام اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ ہے جن کا تعلق اشرافیہ سے ہے۔

آرٹیکل 62 کی ایک شق یہ بھی ہے کہ رکن پارلیمنٹ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرنے والا ہو، لیکن پاکستان میں اس ضابطہ اخلاق کو یکسر پس پشت ڈالا گیاہے۔ اراکین پارلیمنٹ کی شوقین مزاجیوں کے قصے زبان زد عام ہیں۔ ان شوقین مزاج سیاست دانوں میں سکندر مرزا، حسین شہید سہروردی، جنرل ایوب خان، جنرل یحیٰ خان، ذوالفقار بھٹو، بے نظیر بھٹو، آصف زرداری، نواز شریف شہباز شریف، حمزہ شہباز، یوسف رضا گیلانی، غلام مصطفیٰ کھر، شاہد خاقان عباسی وغیرہ کے ملکی وغیر ملکی خواتین اور اداکاراؤں کے ساتھ ناجائز تعلقات اور معاشقے کی خبریں اخبارات کی زینت بنتی رہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ سیاست دان ہر بار اپنے آپ کو زم زم کے پانی سے دھلا ہوا معصوم اور شریف النفس انسان ظاہر کرتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق:

"پاکستان کے اراکین پارلیمنٹ قومی خزانہ میں 4 سے 5 ارب روپے سالانہ شراب وکباب کی محفلوں میں

خرچ کرتے ہیں"۔[8]

شراب نوشی گناہ کبیرہ کے زمرہ میں شامل ہے اوراس کے مرتکب کے لیے قرآن وحدیث میں سخت سزا اور وعید بیان کی گئی۔اس حوالہ سے قرآنی آیت اور حدیث بطور استشہاد پیش ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[9]

ترجمہ: اے ایمان والو شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہیں اور شیطانی کام ہیں تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

نبی مکرم ﷺ نے شراب نوشی کی وعید بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّ مُخَمِّرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ شَرِبَ مُسْكِرًا بُخِسَتْ صَلَاتُهُ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ، قِيلَ: وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟، قَالَ: صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ، وَمَنْ سَقَاهُ صَغِيرًا لَا يَعْرِفُ حَلَالَهُ مِنْ حَرَامِهِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ﴾[10]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر نشہ اور چیز شراب ہے اور ہر نشہ اور چیز حرام ہے اور جس نے کوئی نشہ اور چیز استعمال کی تو اس کی چالیس روز کی نمازیں برباد کر دی جائیں گی۔ اگر اس نے اللہ سے توبہ کر لی تو اللہ اسے معاف فرمادے گا اور اگر چوتھی بار اس نے پی لی تو اللہ کے لیے یہ روا ہو جاتا ہے کہ اسے طینۃ الخبال پلائے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ طینۃ الخبال کیا ہے؟ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا جہنمیوں کی پیپ ہے اور جس شخص نے کسی کمسن لڑکے کو جسے حلال و حرام کی تمیز نہ ہو شراب پلائی تو اللہ اسے ضرور جہنمیوں کی پیپ پلائے گا۔

آیت قرآنیہ میں شراب نوشی کو ناپاک اور شیطانی کام جب کہ حدیث رسول ﷺ میں شراب نوشی کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دیتے ہوئے عبادات کے نقصان کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ شراب نوشی کا تمام برائیوں کی اصل ہونے کے حوالہ سے مفتی محمد امجد علی اعظمی رقم طراز ہیں:

"شراب پینا حرام ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اگر اس کو معاصی (یعنی گناہوں) اور بے حیائیوں کی اصل کہا جائے تو بجا ہے"۔[11]

شراب نوشی کی اس قدر وعید کے باوجود پاکستانی حکمران وسیاست دان اس لعنت سے خود کو دور رکھنے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کرتے، بلکہ یہ سیاست دان شراب وکباب کا رسیا ہونے اور قومی خزانہ کو الّلے تللوں میں

اڑانے میں اہل مغرب کو بھی پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔

اسلام میں خواتین سے ناجائز تعلقات (زنا) بھی گناہ کبیرہ میں شامل ہے اور اس کے مرتکب کے لیے بھی سخت سزا کا اعلان کیا گیا ہے۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۪-وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِۚ-وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[12]

ترجمہ: جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمہیں ان کے ساتھ رحم دلی متاثر نہ کرے اللہ کے دین میں اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ دیکھے ان کی سزا (کا منظر) مسلمانوں کا ایک (پورا) گروہ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے زنا کی سزا کا ذکر بیان فرمایا کہ جو اس کام میں ملوث پایا جائے اس کو سرعام 100 کوڑے مارے جائیں اور اس کو رعایت بالکل بھی نہ دی جائے۔

اسی طرح حدیث پاک میں بھی اس جرم کی بہت سخت وعید سنائی گئی ہے۔ رسول مکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

﴿عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ﴾[13]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کا خون جائز نہیں جب کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین حالتوں میں اس کا خون مباح ہوگا۔ پہلی یہ کہ قصاص کی حالت میں، دوسری یہ کہ شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں اور تیسری یہ کہ دین کو چھوڑنے اور جماعتِ مسلمین سے الگ ہونے کی شکل میں۔

درج بالا آیت وحدیث پاک کی اس رو سے زنا کے مرتکب کو قتل کرنا حلال اور مباح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان گناہوں کے لیے اسلام نے کتنی سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ آئین پاکستان میں بھی ان کبیرہ گناہوں میں ملوث افراد کو سیاست کے لیے نااہل قرار دیا گیا ہے، لیکن آئین کی اس شق پہ عمل بالکل بھی نہیں ہے۔

شراب وکباب کی نجی محافل سجانا اور لوگوں کے سامنے شرافت وپارسائی کا پیکر بننے کا ہنر تو کوئی پاکستانی حکمرانوں سے سیکھے ان کی اس دورخی پہ علامہ اقبال کا یہ شعر بہت صادق آتا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود[14]

بظاہر یہ پاکستانی اراکین پارلیمنٹ آئین کی حلف برداری کا دم بھرتے نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے آئین کی جس قدر بے توقیری اور بے حرمتی یہ لوگ کرتے ہیں، اتنی بے توقیری تو یقیناً ایک ان پڑھ پاکستانی بھی نہیں کرتا۔ الیکشن کمیشن اور سپریم کورٹ آف پاکستان کا یہ فرض بنتا ہے کہ ان حالات اور واقعات کی بیخ کنی کے لیے کوئی سخت اقدامات کریں، لیکن ان دو اعلیٰ اداروں کی جانب سے ان جرائم کے سدباب کے لیے کوئی بھی ردعمل دیکھنے میں نہیں آتا، جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ان اداروں کے اہل کار بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔

سیاست دانوں کا اقتدار کی خواہش رکھنا:

پاکستان کی 75 سالہ تاریخ میں قائدین تحریک پاکستان کے علاوہ شاذونادر ہی کوئی ایسا حکمران گزرا ہو گا جو اقتدار اور طاقت کا متمنی نہ ہو۔ پچھلے 45 سالوں میں پاکستان کی سیاست پہ فقط بھٹو اور شریف خاندان کسی نہ کسی صورت میں اقتدار پر قابض رہے۔ جب کہ اسلامی تعلیمات تو یہ بتاتی ہیں کہ جو اقتدار کا خواہش مند ہو وہ کسی بھی منصب پہ بیٹھنے کا اہل ہی نہیں ہوتا۔ آقا کریم ﷺ کا درج ذیل ارشاد کچھ یوں ہماری رہ نمائی فرماتا ہے:

﴿عَن أبِی مُوسیٰ قَالَ دَخَلتُ عَلٰی النَّبِیِّﷺ أَنَا وَ رَجُلَانِ مِن بَنِی عَمِّی فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَین یَارَسُولَ اللهِ !أَمِّرنَا عَلٰی بَعضِ مَا وَلَّاکَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ وَ قَالَ الاٰخَرُ مِثلَ ذالِکَ فَقَالَ:إِنَّا وَ اللهِ لَا نُوَلِّی عَلٰی ہٰذا العَمَل أَحَدًا سَأَلَه وَلَا أَحَد اَحرَصُ عَلَیهِ﴾[15]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور میرے چچا کی اولاد میں دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تمام مسلمانوں اور روئے زمین کا حاکم بنایا ہے، مجھ کو بھی کسی کام یا کسی جگہ کا والی وحاکم مقرر فرما دیجیے اور دوسرے نے بھی اسی طرح کی خواہش کا اظہار کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم اس شخص کو کسی کا والی اور حاکم نہیں بناتے جو اس کا از خود طالب ہوتا ہے اور نہ اس شخص کو ذمہ داری اور عہدہ دیتے ہیں جو اسکا حرص اور خواہش رکھتا ہو۔

اس حدیث کی حجیت پہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب عہدہ ومنصب طلب کیا اور قرآن مجید میں اس بات کا ثبوت بھی موجود ہے تو پھر خود سے اقتدار کی خواہش دل میں رکھنے کا خیال کیوں کر غلط ہو سکتا ہے؟۔ اس اعتراض کا جواب مفتی محمد شفیع عثمانی نے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے:

"کسی سرکاری عہدہ اور منصب کو طلب کرنا اس صورت میں جائز ہے جب انسان یہ محسوس کرے کہ اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کو صحیح طور سے انجام دینے والا کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے اور خود کے بارے میں

اسے اندازہ ہو کہ وہ اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دے سکے گا اور اس کی نیت (جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے) جاہ و مال کی نہ ہو بلکہ خلق اللہ کی صحیح خدمت اور انصاف کے ساتھ ان کے حقوق کی حفاظت کی ہو۔ نیز اسے کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو۔ فقہاء نے اپنے اس موقف پر سورۃ یوسف کی آیت ۵۵ سے استدلال کیا ہے جس میں یوسف علیہ السلام کا بادشاہ مصر سے امور خزانہ پر مامور کرنے کی درخواست کرنے کا ذکر ہے اور یہ رائے قائم کی ہے کہ یوسف علیہ السلام کا عہدے کی طلب کرنا انہی بنیادوں پر تھا"۔[16]

جمہوری سیاسی نظام کی رعنائیاں اس قدر جاذب نظر ہیں کہ جو بھی اس نظام میں جو شامل ہوا، وہی اس کے گن گاتا نظر آیا، اس لیے پاکستانی سیاست بھی دھن، دولت اور اپنے مذموم مفادات کے تحفظ کی خاطر اقتدار کے طلب گار ہوتے ہیں۔

سیاسی نظم وامور میں خیانت:

امانت کا اطلاق انسانی زندگی میں صرف مالی معاملات تک ہی محدود نہیں، اس کا اطلاق سیاسی اور انتظامی امور میں بھی ہوتا ہے، ہر چھوٹا بڑا عہدہ امانت ہے۔ ایک کلرک سے لے کر صدر مملکت تک ہر چھوٹے بڑے حکام، ملوک، رؤسا، وزراء سب امانت دار ہیں، ان پر لازم ہے کہ جو عہدے انہوں نے اپنے ذمہ لئے ہیں ان کی ذمہ داری شریعت اسلامیہ کے دیے گئے اصولوں کی روشنی میں پوری کریں۔ عوام کے جو حقوق ان سے وابستہ ہیں ان کا خیال رکھیں اور ان میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔ ان میں سے جو کوئی بھی خیانت کا مرتکب ہوگا، گناہ گار ٹھہرے گا اور اس خیانت کا حساب دینا پڑے گا۔ مسجدوں کے متولی، امام و مؤذن، مدارس کے مدرسین و سربراہان، عصری تعلیمی اداروں کے اساتذہ و سربراہان، دار القضاء کے قاضی، بیت المال کے نگران، اوقاف کے ذمہ داران، فلاحی اداروں کے سکریٹری و منتظمین یہ سب امانت دار ہیں۔ ان سب پر یہ لازم ہے کہ اپنے دائرہ اختیار میں آنے والی ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ ادا کریں، بصورت دیگر اللہ کے سامنے جوابدہی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

قرآن وحدیث میں امانت کی حفاظت کرنے والوں کے لیے بہترین اجر اور خیانت کرنے والوں کے لیے سخت سزا کا اعلان کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ نے امانت کی حفاظت کرنے والوں کے لیے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ - وَالَّذِيْنَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ - وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ - أُوْلَئِكَ فِيْ جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ﴾[17]

ترجمہ: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگہداشت کرتے ہیں، اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں، اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اعزاز (واکرام) کیا جائے گا۔

اس طرح اللہ نے امانت میں خیانت کرنے والوں کے لیے درج ذیل وعید ارشاد فرمائی:
﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْن﴾[18]

ترجمہ: بیشک اللہ دغابازوں کو پسند نہیں فرماتا۔

ان فرامین سے واضح ہوا کہ امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے یعنی جہاں زندگی کے مالی معاملات امانت کے زمرے میں شامل ہیں، وہیں امانت کا اطلاق انتظامی معاملات میں بھی ہوتا ہے۔ انتظامی معاملات پر امانت کا اطلاق تو رسول کریم ﷺ کی حدیث سے صراحتاً ثابت ہے۔ چناں چہ حدیث پاک میں ہے:
﴿یَا أَبَا ذَرٍّ اِنَّکَ ضَعِیْفٌ وَ اِنَّھَا أَمَانَةٌ وَ اِنَّھَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ خِزْیٌ وَ نَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ أَخَذَھَا بِحَقِّھَا وَ أَدَّی الَّذِی عَلَیْهِ فِیْھَا﴾[19]

ترجمہ: اے ابوذر! تو کمزور ہے اور بلاشبہ یہ (امارت) امانت ہے اور یہ قیامت کے دن کی رسوائی اور شرمندگی ہے ،سوائے اس شخص کے جس نے اس کے حقوق پورے کئے اور اس سلسلہ میں جو ذمہ داریاں اس پر عائد تھیں اس کو ادا کیا۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف عہدوں کو امانت بتایا بلکہ اس بات کی طرف اشارہ بھی دیا کہ جو شخص کسی منصب کی متعلقہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اسے اس منصب سے باز رہنا چاہیے کیوں کہ آخرت میں وہ اس کی رسوائی کا سبب بن سکتا ہے۔

پاکستانی سیاست دانوں کی مناصب، ریاستی امور اور عوامی حقوق کی ادائی میں خیانت کی کہانیاں زبان زد عام ہیں۔ مثال کے طور پر ملکی سیاست پر پچھلے 45 سال سے قابض خاندانوں میں سے صرف شریف خاندان کو ہی لیجیے جس کے اثاثوں میں بے پناہ اضافہ ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

"1986ء میں سیاسی کیریئر کے ابتدائی ایام میں شریف خاندان کے اثاثوں کی کل مالیت 0.13 ملین روپے تھی۔ 1993ء میں جب نواز شریف ملک کے وزیر اعظم بنے تو گزشتہ 25 سالوں میں شریف خاندان کے اثاثہ جات میں 2 بلین روپے سے زائد اضافہ ہوا۔[20]

اس اضافہ کی خبریں پچھلے کئی سالوں سے مسلسل زبان زد عام ہیں۔ مشہور زمانہ پانامہ لیکس میں شریف اور بھٹو خاندان سمیت کئی سیاست دانوں کے خفیہ اثاثہ جات کی کہانیاں منظر عام پر آئیں۔ سیاست دانوں سے جب اس بابت سوالات کیے گئے تو انہوں نے اثاثہ جات میں اضافہ کو کبھی تو تجارت کا نام دیا اور کبھی تحائف کا۔ جب کہ اسلامی تعلیمات ہمارے سامنے بالکل واضح ہیں کہ منصب سیاست پر فائز شخص تحائف قبول نہیں کر سکتا۔ اس حوالہ سے ایک حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ،أَنَّهُ أَخْبَرَهُ:أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ عَامِلًا،فَجَاءَهُ الْعَامِلُ حِينَ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهِ،فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: هَذَا لَكُمْ، وَهَذَا أُهْدِيَ لِي،فَقَالَ لَهُ: أَفَلَا قَعَدْتَ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَأُمِّكَ، فَنَظَرْتَ أَيُهْدَى لَكَ أَمْ لَا﴾[21]

ترجمہ: ابو حمید ساعدی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو زکوٰۃ، جزیہ وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کیا۔ اپنے کام پورے کر کے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ مال آپ ﷺ کا ہے اور یہ مال مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔ اس پر رسول پاک ﷺ سخت نالاں ہوئے اور فرمایا: پھر تم اپنے والدین کے گھر ہی میں کیوں نہیں بیٹھے رہے اور پھر دیکھتے کہ تمھیں کوئی تحفہ دیتا ہے یا نہیں؟

اس حدیث پاک کی روسے واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی عہدہ ومنصب کا حامل شخص تحائف قبول کرنے کا کسی صورت میں بھی روادار نہیں، لیکن پاکستانی سیاست دان خود کو ہر قسم کا تحفہ لینے کا نہ صرف حق دار سمجھتے ہیں، بلکہ اگر ان کو کوئی تحفہ نہ دے تو اس کے ساتھ ناراض بھی ہو جاتے ہیں۔

پاکستانی سیاست میں اہلیت کا معیار:

اہلیت کا عام مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص، ادارہ یا تنظیم میں تفویض شدہ کام کو مکمل کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ اسلامی تعلیمات میں بھی یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ اہل لوگوں کو کام تفویض کیا جائے۔ اس حوالہ سے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾[22]

ترجمہ: بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم ادا کر دو امانتیں امانت والوں کو۔

اس آیت مبارکہ میں غور وخوض سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلیت ایک ایسی کسوٹی ہے جس پہ ہر کوئی پورا نہیں اتر سکتا۔ یہاں امانت سے مراد منصب اقتدار اور قضاء ہے۔ یعنی ان مناصب پہ اہل لوگوں کو آنا چاہیے نہ کہ نااہل لوگوں کو۔ اقتدار اور قضاء کا انسانی فلاح وبہبود کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس لیے آقا کریم ﷺ نے بھی اقتدار کا اہل ان لوگوں کو قرار دیا جو انسانیت کی فلاح وبہبود اور ان کے حقوق کا تحفظ کر سکتے ہوں۔ اس حوالہ سے ایک حدیث درج ذیل ہے:

﴿كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُم مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ،فَالْاَمِيْرُ الَّذِى عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَ هُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ،وَ الرَّجُلُ رَاعِى اَهْلَ بَيْتِهِ وَ هُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ،وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَ وَلَدِهِ وَ هِىَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ،وَ عَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهِ وَ هُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ،فَكُلُّكُمْ رَاعٍ

وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ[23]

ترجمہ: تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ لوگوں کا حکمران ان کا نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کی اولاد کی نگران ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور آدمی کا غلام (خادم) اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا، پس تم میں سے ہر ایک شخص نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

ان مقدس فرامین سے ظاہر ہوا کہ انسانیت کی فلاح و بہبود کا فریضہ اس وقت بااحسن سرانجام پائے گا جب منصب اقتدار پہ اہل لوگوں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے اقتدار پہ فائز ہونے والے لوگوں کو یہ بات باور کروائی کہ کل قیامت کے دن تم سے تمہاری رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا لہٰذا اگر اس میں کوئی بھی فروگزاشت ہوئی تو یقیناً کل قیامت کے دن اس کا جواب بھی ضرور دینا پڑے گا۔

پاکستانی نظام سیاست میں دیکھا جائے تو یہاں بہت ہی بھیانک صورت حال نظر آتی ہے۔ پاکستان میں اہلیت کا معیار دولت ہے یعنی جو شخص جتنا دولت مند ہو گا۔ اس کی قدر و منزلت اسی قدر زیادہ ہو گی۔ یہاں سیاسی عہدوں پہ ان لوگوں کو بٹھایا جاتا ہے جو اس عہدے کے بالکل بھی اہل نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر پاکستان کی وفاقی وزارت تعلیم کا قلمدان اکثر اوقات ایسے لوگوں کے حوالہ کیا جاتا ہے جن کا دور دور تک تعلیم سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہوتا۔ گزشتہ دو دہائیوں میں یہی سلسلہ چلا آرہا ہے کہ اس وزارت کے لیے وزیر اعظم اپنے من پسند صنعت کار یا تجارت پیشہ افراد میں سے کسی کو قلمدان تھما دیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے ملک میں تعلیم کا کوئی پرسان حال نہیں، پڑھے لکھے نوجوان ڈگریاں ہاتھوں میں تھامے بے روزگار پھر رہے ہیں۔ ان نااہل سیاست دانوں نے ملک میں تعلیمی نظام کی بہتری کے لیے کوئی بھی کارآمد منصوبہ جات شروع نہیں کیے۔ ملک کے نوجوانوں کے لیے ٹیکنکل تعلیم کے اقدامات کا آغاز نجی شعبہ میں ہونے والی کوششوں کے بعد کیا گیا۔ سن 2000ء کے بعد پوری دنیا میں آئی ٹی اور کمپیوٹر نے انقلاب برپا کر دیا، دیگر ممالک نے اس شعبہ کی اہمیت سمجھتے ہوئے اقدامات کیے۔ پاکستان میں بد قسمتی سے اس شعبہ میں اقدامات اس وقت شروع کیے گئے جب یہ شعبہ اپنی ارتقائی منازل کی حدود طے کر کے جدید دور میں داخل ہو چکا تھا۔ اس لیے آج تک پاکستان اس میدان میں بھارت، بنگلہ دیش جیسے ممالک سے بھی بہت پیچھے ہے اور اس کی وجہ پاکستانی سیاست دانوں کی تعلیم سے دوری ہے۔ یہی حال ریاست کے مستقبل سے وابستہ

ہر ادارہ کا ہے۔ ان اداروں میں حکمرانوں نے اپنے من پسند لوگ تعینات کر رکھے ہیں جن میں سے اکثریت نااہل افراد کی ہے۔ یہ لوگ ان اداروں کی تعمیر وترقی میں تو کردار ادا نہیں کر رہے بلکہ ان کی وجہ سے الٹا قومی خزانہ پہ بوجھ بڑھتا جارہا ہے۔

کمزور معاشی نظام:

سیاست اور معیشت کا آپس میں بہت گہرا اور مضبوط تعلق ہے۔ ملکی معیشت جس قدر مضبوط ہو گی، اسی قدر سیاسی نظام بھی پختہ ہو گا۔ پاکستان میں معاشی نظام وینٹی لیٹر پر ہے اور اس کو مصنوعی سانسوں کے ذریعے چلایا جارہا ہے۔ صاحب ثروت لوگ اپنا سرمایہ پاکستان میں رکھنے کے بالکل روادار نہیں بلکہ وہ ہر وقت اپنے مال میں بڑھوتری کے متعلق سوچتے رہتے ہیں۔ اس مقصد کی خاطر ملک میں احتکار اور ذخیرہ اندوزی جیسی لعنت بھی موجود ہے جب کہ اس لعنت کے بارے میں اسلام نے واضح طور پر ممانعت فرمائی ہے چناں چہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِؕ-وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِۙ-فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ-يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْؕ-هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾[24]

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک (اہل کتاب کے) بہت سے دینی پیشوا اور عبادت گزار لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے حبیب) ان کو خوشخبری سنا دیجئے دردناک عذاب کی۔ جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی اگ میں تپایا جائے گا اور پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں، یہ ہیں جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا، تو چکھو مزہ اپنے جمع کرنے کا۔

ان آیات میں ناجائز طریقے سے مال کمانے اور ذخیرہ اندوزی جیسے گناہوں کی سنگینی کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جب کہ پاکستان میں ناجائز ذرائع سے مال کمانے اور ذخیرہ اندوزی کرنے کا طریقہ اپنے عروج پر ہے۔ خاص طور پر رمضان المبارک اور اسلامی تہواروں کے موقع پر پاکستان میں ذخیرہ اندوزی کا دھندا پچھلے کئی سال سے جاری ہے جس کا سب سے زیادہ فائدہ سیاست دان اور تاجر اٹھا رہے ہیں جب کہ غریب طبقہ کی مشکلات میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے اور ہمارے سیاست دان سب اچھا ہے کا راگ الاپنے میں مصروف ہیں۔

سودی نظام معیشت:

پاکستانی نظام سیاست کی کمزوری کی ایک وجہ سے سودی نظام معیشت ہے اور یہ پاکستانی نظام سیاست کا بنیادی حصہ ہے۔اس قبیح لعنت کی وجہ سے پاکستانی نظام معیشت اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے سے قاصر ہے۔ ایسا ناسور جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہو، وہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں نافذ العمل ہو اور اس کی تباہ کاریوں سے بچا جاسکے ایسا کیوں کر ممکن ہے؟

سود کی حرمت کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا-وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا-فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ-وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ-وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ-يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبا وَ يُرْبِي الصَّدَقاتِ وَ اللّٰهُ لا يُحِبُّ كُلَّ كَفّار أَثيم﴾[25]

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے چھو کر شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ بیع تو سود ہی کی طرح ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود تو جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی تو وہ باز آگیا تو اس کا ہو چکا جو اس نے پہلے لیا ہو اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے اور جس نے پھر سود لیا تو وہ لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ نہیں پسند کرتا کسی ناشکر، گناہ گار کو۔

سود سے بچنے کی تلقین کے حوالہ سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً- وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[26]

ترجمہ: اے ایمان والو دگنے پر دگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ان آیات بینات سے واضح ہے کہ اسلام میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنا ہر مسلمان کے لیے لازم وضروری ہے۔ جو اس سے خود کو نہیں بچاتا وہ اللہ سے جنگ کرتا ہے۔

سودی نظام کے خاتمہ کے لیے کوششیں:

تقسیم برصغیر کے وقت، وسائل کی تقسیم میں جو رقم پاکستان کے حصہ میں آئی اسے ریزرو بینک آف انڈیا میں بطور امانت رکھا گیا اور یہ بینک برطانوی نظام کے زیر انتظام وانصرام چل رہا تھا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے قیام پاکستان کے بعد سٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر ملکی معاشی نظام کے حوالہ سے فرمایا تھا:

"I shall watch with keenness the work of your Research Organization in

evolving banking practices compatible with Islamic ideas of social and economic life. The adoption of Western economic theory and practice will not help us in achieving our goal of creating a happy and contented people. We must work our destiny in our own way and present to the world an economic system based on true Islamic concept of equality of manhood and social justice. We will thereby be fulfilling our mission as Muslims and giving to humanity the message of peace which alone can save and secure the welfare, happiness and prosperity of mankind".[27]

ترجمہ: میں انتہائی توجہ کے ساتھ آپ کے تحقیقی ادارے کے کام کا جائزہ لیتا رہوں گا جو وہ بینکاری نظام کو اسلام کے معاشرتی اور معاشی اصولوں پر ترتیب دینے میں سرانجام دے گا۔ مغرب کے نظام نے انسانیت کے لیے ایسے بہت سے گھمبیر مسائل پیدا کر دیے ہیں کہ ہم میں سے بہت سے لوگوں کو نظر آتا ہے کہ آج کی دنیا کو جس تباہی کا سامنا ہے کوئی کرشمہ ہی اس کو بچا سکتا ہے۔ مغرب کے اقتصادی نظام کے نظریہ اور عملی طریقہ کار کو اختیار کرنا ہمارے لیے بے سود ہو گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ایک نئی راہ عمل اختیار کریں اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کریں جو انسانی قوت اور سماجی انصاف کے صحیح اسلامی نظریات پر مبنی ہو۔

سٹیٹ بینک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب پر قائد کی یہ تقریر مغربی معاشی نظام کے خواہش مند لوگوں کو آئینہ دکھانے کے لیے کافی ہے۔ قائد نے قیام پاکستان کے وقت ہی اسلامی نظام کے قیام کو پاکستان کی ترقی کے لیے اہم زینہ قرار دیا تھا۔ پاکستان کے قیام کو 75 سال گزر چکے لیکن تاحال ہمارے سیاست دان اس سودی نظام کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ پاکستان کے تینوں دساتیر میں سودی نظام کے خاتمہ کے لیے سفارشات تو کی گئی ہیں لیکن عملی اقدامات صفر ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات:

اسلامی نظریاتی کونسل نے سود کے خاتمے کے لیے پہلی بار 1969ء اور دوسری بار 1980ء میں جنرل ضیاء الحق کے دور اقتدار میں سفارشات پیش کیں، لیکن ان سفارشات کو غیر اہم سمجھتے ہوئے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا۔[28]

وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ:

وفاقی شرعی عدالت کے قیام کے دس سال بعد اس کو ملک کے مالیاتی نظام کے حوالہ سے اختیار حاصل ہوئے۔ عرصہ دراز سے پاکستانی عوام میں سودی نظام کے خلاف نفرت کا لاوہ پک رہا تھا۔ 1990ء میں پہلے پہل ایک شہری محمود الرحمان فیصل نے سود کے خلاف اس عدالت میں ایک درخواست دائر کی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے

ملک بھر سے 115 درخواستیں مزید موصول ہوئیں۔ان تمام درخواستوں پر سماعت کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت نے اسلام کے اصولوں اور عوامی امنگوں کو مد نظر رکھتے ہوئے 14 نومبر 1991ء کو سود کی حرمت کا فیصلہ دیتے ہوئے ملک میں اس نظام کے خاتمہ کا اعلان کیا جس سے پاکستانی عوام میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔[29]

سود اسلام میں سخت ناپسند ہے۔پاکستان میں اس کی حرمت وروک تھام کا فیصلہ اسلام اور عوامی امنگوں کے عین مطابق تھا

وفاقی شرعی عدالت کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل:

شرعی عدالت کے اس تاریخ ساز فیصلہ کے چھ ماہ بعد اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف نے سپریم کورٹ میں فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست دائر کر دی اور اس پر حد یہ ہوئی کہ منصب عدالت پہ بیٹھے ہوئے منصف بھی اس نظام کے ختم نہ کرنے میں پیش پیش تھے۔سپریم کورٹ کے ججز نے پہلے درخواست کے قابل سماعت ہونے کا فیصلہ دیا اور بعد میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف حکم امتناعی جاری کرتے ہوئے ملک میں سودی نظام کو جاری رکھنے کا حکم دیا۔سپریم کورٹ کے اس فیصلہ پر پاکستانی عوام میں غم وغصہ پایا گیا۔[30]

اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کا تاریخ ساز فیصلہ پاکستانی عوام کی امنگوں کے مطابق تھا مگر پاکستان کے ان نااہل حکمرانوں نے اس فیصلہ کو منظور نہ کیا۔1999ء سے تاحال شرعی کورٹ کے سود کے خلاف دائر ہونے والی درخواست پر کوئی بھی مثبت پیش رفت نہ ہو سکی۔پاکستانی تاریخ کے چوتھے مارشل لاء میں ایک بار پھر اسلامی اصولوں اور عوامی امنگوں کے عین مطابق سود کو حرام قرار دیا گیا،لیکن اس بار سویلین حکومت کی بجائے،فوجی آمر جنرل پرویز مشرف نے اس فیصلے کو قبول نہ کیا۔پاکستان میں گزشتہ تقریبا 40 سالوں سے سود کے خاتمے کے لیے کوششیں کی جارہی ہیں،لیکن یہ تمام کاوشیں سیاست دانوں،فوجی آمروں اور اعلیٰ عدلیہ کے منصفوں کی اسلام دشمنی کے سامنے بیکار نظر آتی ہیں۔

پاکستانی عوام کا غیر سنجیدہ سیاسی رویہ:

جس نظام میں عوام کی شمولیت نہ ہو،وہ نظام کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتا۔بالکل یہی حال ہمارے موجودہ سیاسی نظام کے ساتھ ہے۔عوام پاکستان کو اپنے بنیادی حقوق میں سے صرف معاشی حق کے ساتھ گہر الگاؤ ہے اور وہ بھی صرف اس لیے کہ اس پیٹ کی آگ کو کسی طریقے سے بجھایا جاسکے۔باقی حقوق کے بارے میں آگاہی تو ضرور ہے،لیکن ان کی طرف توجہ اس لیے نہیں کیوں کہ یہاں عوام کی اکثریت غربت کی لکیر سے نیچے کی زندگی گزار رہی ہے۔پاکستان کے بیشتر اہل ثروت صدقہ وخیرات کرنے کو اپنے لیے باعث تکلیف خیال کرتے ہیں۔عوام

پاکستان کو جب معاشی فکر سے آزادی ملے گی تو ہی وہ اپنے دیگر حقوق و فرائض کی طرف کوئی توجہ دے سکیں گے۔ اسلام نے مستحق لوگوں کی معاشی ضروریات کے لیے امراء اور صاحبان ثروت کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور جو اہل ثروت یہ ذمہ داری پوری کرتے ہیں، اسلام ان کی حوصلہ افزائی فرماتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰ تَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾[31]

ترجمہ: اور ان لوگوں کی مثال جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور اس پر زور کی بارش ہوئی ہو تو وہ اپنا پھل دگنا لایا پھر اگر زور کی بارش اسے نہ پہنچے تو شبنم (ہی) کافی ہے اور اللہ تعالی تمہارے سب کام خوب دیکھ رہا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ نے صاحبان ثروت کی سخاوت کے حوالہ سے کچھ یوں تحسین فرمائی ہے:

﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[32]

ترجمہ: اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے خرچ کرنے کو اسباب قرب الٰہی اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ خبر دار بے شک وہ ان کے لیے قرب الٰہی کا سبب ہے۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جنہوں نے نیک کاموں میں ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کی ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ابد تک ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

ان آیات میں واضح طور پر صاحبان ثروت کو غرباء اور مستحق لوگوں پر مال خرچ کرنے کا پابند بنایا جارہا ہے تاکہ غرباء بھی معاشرہ میں بہتر زندگی گزار سکیں اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب کے تمام طبقات مل کر اپنا کردار ادا کریں گے، تو معاشرہ کی آسودہ حالی کی تقلید دیگر ممالک کے لوگ بھی کرنا پسند کریں گے۔

قیام پاکستان کے وقت عوام نے روٹی، کپڑا اور مکان کی ضروریات کو اس امید پر ہندوستان چھوڑا تھا کہ پاکستان میں ہمیں ان ضروریات کی طرف کوئی خاص توجہ دینا نہیں پڑے گی، لیکن افسوس کہ پچھلے 75 سالوں میں پاکستانی عوام ان بنیادی ضروریات کے حصار سے باہر نہیں نکل سکی اور تاحال ان بنیادی حقوق کی جستجو میں ہے جس

کے باعث سیاسی معاملات میں ان کی توجہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ معاش، لباس اور مکان جیسی بنیادی ضروریات سے جب تک ایک انسان آزاد نہیں ہو جاتا، تب تک وہ اجتماعی فلاح وبہبود کے کسی بھی کام میں اپنی خوشی اور مرضی کے مطابق شریک نہیں ہو سکتا۔ وہ جس بھی کام کی طرف متوجہ ہو گا، اس کی نظر اجتماعی فوائد کی بجائے انفرادی فوائد کی جانب مرکوز رہے گی۔

مذہبی معاملات میں نامناسب رویہ:

آئین کے آرٹیکل 62 کی ایک شق میں اراکین پارلیمنٹ کے لیے دینی معاملات سے آگاہی ہونا انتہائی لازم اور ضروری قرار دیا گیا ہے، لیکن ہمارے ہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے سیاست دان، اپنی انتخابی مہم میں خود کو اسلام کا محافظ اور مجاہد ظاہر کرتے ہیں لیکن انتخابات میں کامیاب ہوتے ہی اسلام کے مسلمہ عقائد وشعائر کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں چند ایک واقعات کا خلاصہ پیش ہے۔

(1)۔ اس ملک کے تین بار وزیر اعظم رہنے والے نواز شریف انڈیا میں ایک تقریب میں گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"جس رب کو آپ ہندو لوگ پوجتے ہیں، اسی رب کو ہم مسلمان بھی پوجتے ہیں۔ آپ اس رب کو رام کہتے ہیں اور ہم رحمان"۔[33]

حاشاللہ! اس ملک کے سب سے بڑے عہدے پر فائز رہنے والے شخص کی ذہنی حالت ہے کہ اسے رحمان اور رام میں فرق نظر نہیں آتا۔ اسے سچے اور باطل دین میں تفریق کا خیال نہیں۔ ایک عام پاکستانی بھی یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر جتنے بھی مذاہب ہیں وہ باطل ہیں۔ مسلمان وحدہ لاشریک اور سچے خدا کی عبادت کرتے ہیں جب کہ ہندوؤں ہاں جھوٹے خداؤں کی ایک لمبی لائن ہے۔ اسلام غیر مسلموں کے مذہبی معاامالات کی پاسداری کی اجازت دیتا ہے، لیکن معبود برحق اور باطل خداؤں کو ایک سمجھنے اور ایک جاننے کی اسلام میں بالکل کوئی گنجائش نہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے حوالہ سے قرآن کریم میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾[34]

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ (تمہارے خلاف) وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور اگر تم میں سے کسی نے انہیں اپنا دوست بنایا تو وہ انہی میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم قوم کو۔

اس آیت میں یہ بات بالکل واضح پیغام دے رہی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار اقوام مسلمانوں کی خیر خواہ نہیں ہو سکتیں، ہمارے حکمرانوں کے اس طرز عمل پہ ڈاکٹر محمد اقبال نے بڑی خوبصورت بات کہی تھی:

کون ہے تارک آئین رسول مختار؟

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار؟

ہو گئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار؟

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں۔[35]

(2)۔عقیدہ ختم نبوت پر ایمان رکھنا مسلمانوں کے لیے انتہائی لازم ہے۔اس کے بغیر ایمان مکمل ہو نہیں سکتا۔ آئین پاکستان میں بھی واضح طور پر درج ہے کہ جو شخص اس عقیدہ پر مکمل اعتقاد نہیں رکھتا وہ ملک کے وزیر اعظم اور صدر کے عہدے کا حق دار نہیں ہے۔پاکستان میں ختم نبوت کے حوالہ سے 1973ء کے آئین میں واضح طور پر قوانین موجود ہیں۔اس آئین کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا،ان کے ساتھ ہر قسم کے میل جول پر پابندی لگائی گئی۔پاکستان میں عوامی سطح پر قادیانیوں کے خلاف کسی بھی قسم کا نرم گوشہ موجود نہیں، لیکن ہمارے حکمران خصوصا نواز شریف، جنرل پرویز مشرف اور عمران خان اسلام کے اس بنیادی عقیدہ اور آئین پاکستان کی خلاف کرتے ہوئے غیر مسلم اقلیتوں کو اپنا بھائی اور دوست قرار دیتے رہے ہیں۔

طبقاتی تقسیم:

پاکستانی نظم سیاست میں طبقاتی تقسیم ایک پسندیدہ طریقہ ہے۔ملک کے سیاسی انتظامات اور اقتدار پہ اشرافیہ کا تسلط ہے۔ اس طبقہ سے متعلق تمام لوگوں کو ہر قسم کی مراعات حاصل ہیں۔جب کہ غریب کا کوئی پرسان حال نہیں۔پارلیمنٹ کے اراکین اپنے لیے آئے روز نئی مراعات کے لیے بغیر کسی تردد اور سوچ بچار کے قوانین پاس کر لیتے ہیں۔جب کہ غریب عوام پہ نت نئے ٹیکسز کی بھرمار ہے۔عوام پہ ٹیکسز کی شرح بڑھنے کے حوالہ سے حکومتی اور اپوزیشن پارٹیز کے ممبران ملک کی نازک معاشی صورت حال کا رونا روتے ہیں اور عوام سے قربانی طلب کرتے ہیں لیکن خود کسی بھی قسم کی قربانی نہیں دیتے۔اس طبقاتی تقسیم کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ پارلیمنٹ کیفے ٹیریا میں اراکین کے لیے روٹی ایک روپے اور بریانی کی پلیٹ صرف بیس روپے میں دستیاب ہے جب کہ غریب عوام کو ایک روٹی بیس روپے اور بریانی کی ایک پلیٹ ایک سو بیس روپے میں پڑتی ہے۔اسی طرح اراکین پارلیمنٹ کو سرکار کی

طرف سے ان کے ذاتی اخراجات کے لیے سرکاری گھر، گاڑی، ملازمین وغیرہ کے ساتھ ساتھ بجلی، اور پٹرول وغیرہ بھی مفت میں ملتا ہے۔ عوام کو ان سب کے لیے مختلف قسم کے بے جا ٹیکسز کے بوجھ تلے زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ اسمبلی ممبران کے لیے اتنی نوازشات اور عوام کے لیے اس قدر مشکل حالات، یہ سیاست دانوں کے دوہرے طرز کی واضح مثال ہے۔

پاکستانی سیاست دانوں کا عوام کو بھکاری بنانا:

پچھلے کئی سالوں سے پاکستان کے حکمران اپنی عوام کے ساتھ ایک کھیل میں مصرف عمل ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ملک کے عوام کو باعزت روزگار کمانے کے لیے ہنر مند بنایا جاتا، پورے ملک میں چھوٹے چھوٹے صنعتی یونٹس لگائے جاتے جس کا فائدہ عوام کے ساتھ ساتھ ملک کو بھی ضرور ہوتا۔ ملکی زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوتا، لیکن اس ملک میں صورت حال انتہائی مخدوش ہے۔ عوام کو ہنر مند بنانے کی بجائے مفت آٹا سکیم، سستی روٹی تندور، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام اوراحساس راشن پروگرام جیسے غیر مفید کاموں میں لگا کر بھکاری بنادیا گیا ہے۔ ان پروگراموں کے فوائد عام عوام کو ملنے کی بجائے ان کے تخلیق کاروں کو ملتے ہیں، یہ تمام پروگرام بدعنوانی اور کرپشن کے گڑھ ہیں۔ ان بے سود پروگراموں کی وجہ سے عوام بھی سست اور کام چور ہو چکی ہے۔

قومی مفادات پر سیاست دانوں کا رد عمل:

سیاست اجتماعی فلاح و بہبود کا نام ہے جب کہ پاکستانی طرز سیاست میں یہ مفہوم بالکل مفقود ہے۔ بات اگر اراکین اسمبلی کے مفادات اور مراعات کے تحفظ کی ہو تو تمام جماعتیں متحد ہونے میں ذرہ برابر بھی جھجھک کا شکار نہیں ہوتیں اور رات کے اندھیرے میں اسمبلی کے اجلاسوں میں اپنے مفادات کے لیے قانون سازی کرتی نظر آتی ہیں اور اگر بات عوامی فلاح کی ہو تو یہی سیاسی جماعتیں مشکل معاشی حالات کی شکایت کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ کالاباغ ڈیم قومی فلاح و بہبود کا ایک اہم منصوبہ ہے، جس سے پورے پاکستان کی ترقی اور معاشی استحکام وابستہ ہے، لیکن اس قومی فلاح کے کاموں میں ہمارے پاکستانی حکمران پچھلی پانچ دہائیوں سے خود متحد ہوئے اور نہ ہی قوم کو متحد ہونے دیا۔ ایک طویل عرصہ سے سندھی، بلوچی، پختونی اور پنجابی تقسیم جاری ہے۔ ہمارے حکمران بھی اس تقسیم کے مزے لوٹنے میں مصروف ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے مسلمانوں کی ذات پات اور گروہی تقسیم کی مذمت میں کہا تھا:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟[36]

مسلمانوں کو جس بھی مشکل کا سامنا کرنا پڑا، ان سب کی بڑی وجہ علاقائی، گروہی، مسلکی اور لسانی تقسیم تھی۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے بڑے خوبصورت پیرائے میں ملت اسلامیہ کے پیروکاروں کو ایک پیغام دیا ہے کہ یہ تقسیم ملت اسلامیہ کا شیرازہ پارہ پارہ کر رہی ہے۔ ان سے جتنا ہو سکے اجتناب کی کوشش کی جانی چاہیے۔

حاصل کلام:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے زندگی کے ہر شعبہ عمل میں رہ نمائی فراہم کی ہے۔ اس بناء پر ہر مسلمان کا اپنے مذہب کے ساتھ تعلق عملی ہونا چاہیے، نہ کہ صرف جذباتی۔ پاکستان اسلامی نظریہ کے تحت معرض وجود میں آیا لیکن بد قسمتی سے پاکستان میں اسلام کی بالادستی بالکل بھی نہیں ہے۔ عوام ہو یا حکمران سب کا ذہن مغربی تہذیب کے زیر اثر ہے۔ پاکستان کی اکثریت عوام مسلمان ہے اور اس کا تعلق اپنے مذہب کے ساتھ فقط جذباتی ہے۔ اسی جذباتی تعلق کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں کے سیاست دان مذہب کارڈ استعمال کرتے ہی اقتدار پر قابض ہو جاتے ہیں۔ زمام اقتدار سنبھالتے ہی حکمران اسلامی لبادہ اتار پھینکتے ہیں اور ملک میں مغربی تہذیب و ثقافت پروان چڑھانے کی سر توڑ کوشش کر دیتے ہیں کیوں کہ اسی تہذیب وثقافت کی بدولت ہی تو ان کو اقتدار میں آنے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔

سیاست عوامی فلاح و بہبود کا نام ہے، جب کہ پاکستان میں سیاست صرف اشرافیہ کے مفادات کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کا نام ہے۔ ملک میں کہنے کو اسلامی قوانین موجود ہیں اور ان کو آئین کا حصہ بھی بنایا گیا ہے، لیکن یہ تمام قوانین صرف کاغذوں کی حد تک محدود ہیں۔ اس ملک میں قوانین پر عمل درآمد تو بالکل بھی نہیں ہوتا، بلکہ ان اسلامی قوانین پہ پابندی لگوانے کی کوشش ضرور کی جاتی ہے۔

مسلکی، لسانی اور علاقائی تعصب کو پروان چڑھا کر اپنے مذموم مقاصد پورے کیے جاتے ہیں۔ بات اگر سیاست دانوں کے مفادات کی ہو تو تمام جماعتیں، چاہے وہ حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں سب متحد ہوتی ہیں۔ لیکن جب بات عوامی مفاد کی ہو تو یہی سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آراء نظر آتی ہیں۔

سیاسی نظام کی کامیابی کا دارومدار مضبوط معاشی نظام پر ہوتا ہے، لیکن پاکستان میں معاشی نظام انتہائی بوسیدہ ہو

چکا ہے اور اس کی بڑی وجہ ملک کا سودی نظام ہے۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے جب کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سودی نظام تا حال جاری ہے۔ عوام کی اکثریت ملک سے سودی نظام کا خاتمہ چاہتی ہے، لیکن جتنی بار اس سودی نظام کے خاتمے کی تحریکیں شروع ہوئیں، اتنی بار ہی یہاں کے حکمران ان تحریکوں کو روکنے کے لیے ہر اول دستے کا کردار ادا کرتے نظر آئے۔

پاکستان کے حکمران اقتدار کی ہوس میں اتنے آگے نکل چکے کہ انہیں اخلاقیات کا بالکل بھی پاس نہیں۔ اقتدار کے حصول کی خاطر ایک دوسرے کی ماں بہن بیٹی کی عزت تک کا خیال نہیں کرتے۔ سیاسی برتری حاصل کرنے کے لیے سڑکوں، چوراہوں، گلی کوچوں میں اپنے سیاسی حریفوں کی عزت کا جنازہ نکالتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ملکی خزانہ اپنی عیاشیوں کے لیے بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ سیاست دان اپنی جھوٹی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ برقرار رکھنے کے لیے دوسرے ممالک (خصوصاً مغربی) سے عوامی فلاح و بہبود کے نام پر قرض حاصل کرتے ہیں، لیکن ان قرضوں کا عشر عشیر بھی عوام پہ خرچ نہیں ہوتا۔

تجاویز:

1۔ اراکین پارلیمنٹ کے لیے اسلامی تعلیمات سے آگاہی ہونا بہت ضروری ہو۔

2۔ اراکین پارلیمنٹ کے انتخاب کے لیے آرٹیکل 62 کو مکمل طور پر فعال کیا جائے۔

3۔ پڑھے لکھے اور اعلیٰ اخلاق کے حامل لوگوں کو پاکستانی سیاست میں شامل ہونا چاہیے۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران کے لیے کم سے کم ایم اے یا مساوی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔

4۔ فوج کو سیاست سے الگ کرنے کے لیے ٹھوس اور مضبوط منصوبہ بندی کی جائے۔

5۔ اراکین پارلیمنٹ کو اخلاقی حدود کے دائرہ کار میں رہنے کے ایک مربوط اور منظم حکمت عملی تشکیل دی جائے۔ کوئی بھی رکن پارلیمنٹ کسی بھی قسم کی غیر اخلاقی سرگرمی میں ملوث پایا جائے تو اس کو ہمیشہ کے لیے سیاسی عمل سے بیدخل کر دیا جائے۔

6۔ ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ سودی نظام معیشت کو ختم کرنے کے لیے سنجیدہ اقدامات کیے جائیں۔

7۔ ملک میں احتساب کا ایک مضبوط اور جامع پروگرام تشکیل دیا جائے جس میں صدر پاکستان سے لے ایک ادارے کے چپڑاسی تک کسی بھی شخص کو استثنیٰ حاصل نہ ہو۔

حوالہ جات

[1]۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور (ترمیم شدہ)، آرٹیکل 62، صفحہ 35

[2]۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور (ترمیم شد)، آرٹیکل 63، صفحہ 36

[3]۔ ڈان نیوز (اردو)، 9 ستمبر 2013ء

[4]۔ ایکسپریس نیوز، 1 فروری 2021ء

[5]۔ القرآن: الحجرات: 12

[6]۔ امام ابوعبداللہ فخر الدین رازی امام، تفسیر مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر، جلد 10، صفحہ 110

[7]۔ ایکسپریس نیوز، 11 فروری 2017ء

[8]۔ دنیا نیوز، 17 جنوری 2017ء

[9]۔ القرآن: المائدہ: 90

[10]۔ امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، جلد 1، صفحہ 274

[11]۔ مفتی محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت، جلد 2، صفحہ 385

[12]۔ القرآن: آلنور: 2

[13]۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح المسلم، رقم الحدیث 7563، كتاب القسامة والمحاربين والديات، باب مايباح به دم المسلم

[14]۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، بانگ درا، نظم شکوہ جواب شکوہ، صفحہ 226

[15]۔ امام ابولحسین محمد بن مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، جلد 2، صفحہ 160

[16]۔ مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، جلد 5، صفحہ 90

[17]۔ القرآن: المعارج: 32-35

[18]۔ القرآن: الانفال: 8

[19]۔ امام محمد بن مسلم، الصحیح المسلم، رقم الحدیث، 1825

[20]-The Dawn, August 19,2015

[21]۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الصحیح البخاری، جلد 1، رقم الحدیث 7174، كتاب الايمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبی ﷺ

[22]۔ القرآن: النساء: 58

[23]۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 2928

[24]۔القرآن:التوبۃ:34

[25]۔القرآن:البقرۃ:275

[26]القرآن: آل عمران:130

[27]۔محمد علی جناح، قائد یکم جولائی 1947ء کو سٹیٹ بینک آف پاکستان کے قیام پر تقریر بحوالہ ترجمان القرآن، صفحہ 39

[28]۔عبدالہادی احمد، پاکستان میں سود کے کاتمہ کی جدوجہد، ماہنامہ ترجمان القرآن، صفحہ 41

[29]۔ایضا، صفحہ 46

[30]۔ایضا، صفحہ 47

[31]۔القرآن:البقرۃ:265

[32]۔القرآن:التوبۃ:99-100

[33]۔روزنامہ نوائے وقت، 15 اگست 2011

[34]۔القرآن:المائدۃ:51

[35]۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، بانگ درا، نظم جواب شکوہ، صفحہ 225

[36]۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، بانگ درا، نظم جواب شکوہ، صفحہ 224